

شرقی دیکھ کر ایشیائی دیکھ کر

جھوٹے بھائی اور بہن کو ساتھ لانا تھا تو اس قدر تکلف سے پیش نہ آتا تھا، بلکہ میرے شوہر صاحب تو بیٹوں بچوں کے آنے پر باورچی خانے میں جا کر خود بہت اہتمام کا کھانا بنانے کے احکامات صادر کرتے تھے۔ اب پچھلے کئی مہینوں سے وہ ایسا ہی آنے لگا تھا اور پھر آنے کا وقت ہمیشہ ایسا ہی ہوتا کہ جس میں چائے ہی پیش کی جاسکتی ہو مگر وہ تو چائے، کافی یا عصرانہ کے ناشتہ کو بھی صاف انکار کر دیتا۔ اگر بھی زبردستی میں نے منگوایا بھی تو اس نے کسی بھی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا۔ بس ایسا ہی اکثر اور ضدی تھا۔

بچپن سے ہی ایسا تھا بقول میرے شوہر صاحب ”بالکل اپنی ماں پر گیا ہے۔“

شوہر صاحب کہنے کو کہہ دیتے مگر میرے دل پر لگ جاتی..... جانتے بھی ہیں کہ ان کے منہ سے اپنی بھائی کی تعریف سن کر، میرا کلیجہ جل جاتا ہے مگر مجال ہے جو تعریف سے بھی چوکے ہوں۔

اکثر میں خود پر غور کرتی بھلا اپنے لاڈلے بھیا جی کی بیوی سے مجھے ایسی بھی کیا پر خاش ہو سکتی تھی۔ وہ اچھی شکل و صورت کی تھیں۔ مرحوم بھیا کے لیے میرے والدین نے بہت دل سے ان کو بیاہ کر بھیا جی کی زندگی میں شامل کیا تھا اور شادی کے فوراً بعد ہی انہوں نے ہم سب کو دل و جان سے اپنا بھی لیا تھا۔

میرے مرحوم والدین کی بہت خدمت کی تھی۔ میری شادی پر انہوں نے بھیا جی کی مدد و آمدنی کے باوجود، ہر طرح سے اپنا فرض نبھایا تھا میرے والدین آخری وقت تک اپنی بیوی کی تعریف کرتے دنیا سے

مجھے اس کے آنے کی اطلاع تو کوئی آدھا گھنٹے پہلے ہی مل چکی تھی مگر مجھے اس سے ملنے کی کوئی جلدی نہیں تھی، چنانچہ اس سے مل کر ہمیشہ اچھا ہی لگتا تھا۔ وہ جس تعظیم و انکساری سے ملتا تھا۔ آج کل کے نوجوان تو اس تہذیب و روایت سے واقف ہی نہیں..... میرے مرحوم بھیا جی جاتے جاتے اپنے بچوں کو کوئی دنیاوی دولت تو نہ دے سکے مگر ہاں اپنے اخلاق اور کھڑکھاؤ سے ضرور متعارف کرا گئے۔

بھائی کی بیوی کا ایشیا کے ایک لکھنؤی تواب خاندان سے تعلق تھا، بھیا جی کے تمام بچوں کی طبیعت میں بھی لہجیں کہیں اپنے بھائی چاہ و جلال کی جھلک ضرور نظر آتی تھی مگر ہمارا خاندان بھی تو کچھ کم نہیں۔

میں نے جلدی سے توجہ اپنے خاندانی وقار و اعجاز پر مرکوز کر لی۔

ایک کے بعد ایک خاندان کے تمام بڑے معتمد ناموں کو گن چکنے کے بعد، پھر مجھے احساس ہوا کہ وہ نیچے ذرا تنگ دھم میں بیٹھا میرا انتظار کر رہا ہے، ہمیشہ کی طرح اس نے صرف پانی مانگا ہوگا اور آدھا گلاس پنی کر واپس کر دیا ہوگا۔ ایک تو کچھ کھانا بھی نہیں۔

ہونہہ جیسے میرے گھر کے باورچی خانے میں، ایسا کچھ اس کے شایان شان بننا نہیں کہ اس کی بھوک کھل سکے، جیسے اس کے اپنے گھر میں تو بس من و سلوی ہی ملتا ہو۔

کتنی ہی بار اس کو ٹوکا بھی کہ تنگی پھوپھی ہوں جب ہر ماہ باقاعدگی سے ملنے آتی جاتے ہو تو کچھ کھائی بھی لیا کرو، حالانکہ پہلے جب وہ اپنے دونوں

اسکیلے ہی حالات کا مقابلہ کرتی رہیں بھی، ہم میں سے کسی نے مدد کرنے کا اشارہ بھی کیا تو انہوں نے صاف انکار کر دیا ان کی انتھک محنت و مشقت سے پورا خاندان واقف تھا، لہذا بیٹی کی پچھلے سال شادی کی تو ایک بار پھر ان کی تعریف کے ہر جگہ چرچے ہونے لگے۔ بیٹی اپنے شوہر کے ہمراہ چھ ماہ بعد بن امریکہ چلی گئی تھی اس کے بعد سننے میں آیا تھا کہ بھابی اب بیمار رہنے لگی ہیں۔

سدا حارے..... رشتہ داروں میں بھی ان کی کچھ داری اور رکھ رکھاؤ کی دھوم تھی، بھابی دنیا دار آدمی نہیں تھے لہذا ساری عمر کچھری سے ہی گزارا ہوا پھر بھی بھابی نے کبھی شکایت نہیں کی، اپنی خاندانی دولت کے وصول نہیں پئے، بلکہ محدود وسائل میں بھی دونوں بڑے لڑکوں اور چھوٹی لڑکی کو اچھی دنیاوی اور بہترین دینی تعلیم دلائی تھی۔

بھابی کا انتقال ہونے کی سال گزر چکے تھے وہ



کر سکی۔ بچے بڑے ہوتے گئے تو بھائی کے ساتھ آنے لگے۔ پھر بھائی کا انتقال ہو گیا اور مجھے ایک طرح کے اچانک خوف نے گھیر لیا، حالانکہ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ نہ تو شوہر صاحب ہی اس قدر جذباتی ہیں اور بھائی کے لیے تو ایسا کچھ سوچا ہی نہیں جاسکتا مگر پھر بھی..... عورت ہوں ناں۔ بس دل پر شک کا بال بڑ گیا تھا جو نکالے نہیں نکل رہا تھا۔

بھائی کے انتقال کے بعد سے یہ معمول تھا کہ بھائی کے بچے، مجھ سے میرے گھر پر ملنے آ جاتے تھے۔ مجھے یہ بات بھی نہ بھائی کہ شوہر صاحب، بھائی کے بیٹوں بچوں سے بہت شفقت و محبت سے ملیں مگر برداشت کرتی..... اکثر رات کو دیر تک جاگتی اور سو جتی جاتی.....

”کیا بات ہے شوہر صاحب کو بھائی کے سب سے بڑے لڑکے کے زیادہ انیت لگتی ہے؟“
”اس کی شکل و صورت، ہنسنے بولنے اور اٹھنے بیٹھنے کا انداز بالکل بھائی جیسا ہے۔“

کوئی تیز آواز میرے کانوں میں زہر بن کر اترتی جاتی..... اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا..... مگر میں اس وقت پرانی باتوں کو دہرانے کیوں بیٹھ گئی ہوں، مجھے جلد از جلد نچے جا کر اسے بتا دینا چاہیے۔ مگر پتا نہیں کیا بات ہے آج میرا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ اس سے طوں، کیوں لگ رہا ہے جیسے آج میں اس سے طوں کی تو پھر میں، میں نہیں رہ سکوں گی کچھ اور ہو جاؤں گی۔ میری اکلوتی بیٹی امیرین کی منشی کے سلسلے میں سب سے سنورے ہمارے بڑے سے ڈرائنگ روم میں اکیلا بیٹھا وہ کیا کیا نہ سوچ رہا ہوگا۔ اس کے دل پر یقیناً شکست کی اداس طاری ہوئی اور اطوار میں مجھ سے ملنے کی بے چینی صاف محسوس ہو رہی ہوگی۔

اور میں اس کو اسی طرح اکیلے بیٹھے رہنے دینا چاہتی تھی جتنی دیر سے میں اس سے طوں کی۔ اتنا ہی اسے یقین ہوتا جائے گا کہ میرا فیصلہ، اس کے حق میں بدل نہیں سکتا۔ یہ بھی عجیب تماشا رونما ہوا تھا کہ اچانک ہی مجھے اس احساس ہوا کہ جب بھی بھائی

میں تو شادی میں ہی بڑی مشکلوں سے دنیا دکھاوے کے لیے شریک ہوئی تھی۔ وہ بھی اس لیے کہ شوہر صاحب ایک میٹنگ کے سلسلے میں ملک سے باہر تھے۔

ایک خیال یہ بھی تھا کہ وہ خود ہی کوئی پیمانہ بنا کر چلے گئے تھے تاکہ میں اطمینان سے اپنی سیمینگی کی شادی میں جاسکوں۔ ٹھیک بات ہے، وہ ہوتے تو ان کے ساتھ کسی بھی ایسی محفل میں شرکت کرنا جہاں بھائی بھی موجود ہوں، میں نے کئی سالوں سے ترک کر رکھا تھا۔

کہنے کو شوہر صاحب نے کئی بار مجھے یقین دلایا تھا کہ میں جو اپنی بھائی اور شوہر صاحب کے بارے میں گمان رکھتی ہوں، وہ بالکل غلط ہے اور جو بات بھی بھی تو وہ صرف اتنی سی تھی کہ بھائی اور شوہر صاحب ایک ہی پونی ورٹی کے ایک ہی ڈیپارٹمنٹ میں پڑھتے تھے تعلیم کے بعد شوہر صاحب کی طرف سے بھائی کے ہاں رشتہ بھیجا گیا تھا مگر بات نہیں بنی۔ بس،

پھر بھائی کی شادی بھائی سے ہو گئی اور اس کے چند سالوں بعد شوہر صاحب کے گھر والوں کو میں پسند آ گئی..... مگر اتنی سی بات ہوتی تو یوں مجھے شوہر صاحب کی پرانی کتب میں سے بھائی کی جوانی کی تصاویر نہ ملیں۔ ایسی صورت حال میں، میں کیا سوچوں..... عورت ہوں ناں..... شک ایسا ہی روگ ہے ایک بار لگ جائے تو پچھا نہیں چھوڑتا.....

شادی کے چند شروع کے سال، شوہر صاحب کا مجھ سے الگ تھلک رہنا اور بھائی کا ہمارے گھر آنے یا ہمیں اپنے گھر بلانے سے کتراتا۔

جیسے ہی مجھے دونوں کے ماضی کا معلوم ہوا تمام ہی مہرے ایک کے بعد ایک، اپنی جگہ پر بیٹھنے لگے۔ دوسری طرف شاید بھائی نے بھائی کو اعتماد میں لے کر تمام احوال بتا دیے تھے تب ہی بھائی ہر سال، ہر تہوار پر میرے گھر آتے مگر بھائی ساتھ نہ ہوتیں۔ مگر میں اپنے اندر یہ محفل و برداشت پیدا نہ

نظر میں نیچی کیے اپنی جگہ پر بیٹے کھڑے رہے اور بولے بھی تو صرف اتنا کہ ”بھابھی کے لڑکوں کو ان کی ماں نے عورتوں کی عزت کرنا سکھایا ہے اور کسی بھی رشتے کی مضبوطی، صرف عزت کے نل بوتے پر مبنی جاتی ہے۔“

مگر میں نے ان کی بات سننی ان کی سنی کر دی اور پھر اس واقعے کے بعد سے میں نے زور و شور سے امبرین کے لیے رشتے ڈھونڈنا شروع کر دیے، گو کئی بار میں نے دوسروں کو اور خود کو دھوکا دینے کے لیے بھیبائی کی غربت کا امبرین کا سرال نہ بنانے کی وجہ ٹھہرائی، مگر جب میں اکیلے بیٹھ کر اس پر سوچتی تو ایک الگ طرح کے احساس جرم کا شکار ہو جاتی۔

غلطی میری ہی تھی مجھے شروع سے ہی امبرین کو ان تینوں میں گھلتے گھلتے سے روک دینا چاہیے تھا مگر زیادہ دھک مجھے اس بات پر تھا کہ امبرین نے اپنی خواہش مجھے بتانے کے بجائے باپ سے مانگی تھی۔

میری نظر سوچے سوچے ایک بار پھر کھڑی پر چلی گئی۔ اسے بیٹھے میرا انتظار کرتے اب شاید دو گھنٹے ہونے کو آئے ہیں۔ میں جھنجھلا گئی آخر واپس لوٹ کیوں نہیں جاتا یہ..... کیوں میرے منہ سے انکار سننے کے لیے چلا آیا ہے..... ہے تو میرے سکے لاڈلے مرحوم بھیبائی کا بیٹا۔ کیسے کر سکوں گی میں اس کے سامنے اعتراف کہ امبرین کی خواہش جان کر بھی میں ان دونوں کی امید کو پورا نہیں کرنا چاہتی۔

اس نے اپنے مرحوم باپ کا واسطہ دے دیا، دھڑلے سے امبرین سے اپنی محبت و انسیت کا واسطہ دے دیا یا پھر امبرین کی باقاعدہ پسندیدگی کے اظہار کا واسطہ دے دیا تو..... میں تو مجبور ہو جاؤ گی، اس قدر محکم کھلا میں دونوں کی جوان اور سر پھری محبت سے صرف نظر کر بھی کہاں سکتی ہوں، میں اس قدر مضبوط نہیں ہوں۔

مگر پھر فوراً مجھے احساس ہوا کہ بھابی، بھیبائی نے بچوں کو دنیا دار نہیں بنایا۔ ہمارے دور میں تو بے نیازی ایک اچھا خاصا فیشن تھا۔ ہمارے بڑے ایسے

کے تینوں بچے، ہم سے ملے آتے تو امبرین اپنی تمام تر میسر و نیت کو چھوڑ کر ان سب کے ساتھ مکمل مل کر بیٹھ جاتی..... اور پھر کچھ اس انداز میں وہ سب آپس میں باتیں کرتے کہ دیکھنے والے کو لگے جیسے کوئی بہت ہی اہم اور گہمیر موضوع پر غور و فکر کر رہے ہیں مگر پھر اچانک چاروں زور دار فہمہ لگا کر جیس پڑتے۔ اس وقت وہ سب بالکل ایک جیسے ہی لگتے۔ ایک دوسرے میں جڑے ہوئے، ایک دوسرے کی ہو ہو شکل لیے اور میں چاہ کر بھی ان کے باہمی اتفاق میں دراڑ نہیں ڈال سکتی تھی۔

آخر وہ تینوں امبرین کے سکے ماموں زاد تھے اسے ان سب سے انسیت ہوتی بھی چاہیے تھی۔ جبکہ امبرین مگر میں اگلوٹی ہونے کے باعث بھابی، بہن کے رشتے کو بھی رستہ تھی۔

مگر شاید اس سب میں اصل کردار شوہر صاحب کا تھا کہ وہ خاص طور پر امبرین کو ان تینوں کے آنے پر اطلاع بھجواتے تھے، پتا نہیں شوہر صاحب کے دل میں کیا تھا اور جب انہوں نے امبرین کے لیے بھیبائی جی کے بڑے بیٹے کی بات مجھ سے چھیڑی تو شاید صدیوں سے، میرے دل میں جتنا کڑھتا ابھلا لاوا اچانک پھٹ پڑا۔

مجھے مکمل طور پر یقین ہو گیا کہ اسنے سالوں تک شوہر صاحب نے مجھے صرف دنیا کو دکھانے کے لیے بیوی بنا کر رکھا ہوا ہے، دراصل محبت وہ کسی اور سے ہی کرتے رہے ہیں۔ اب اپنی اگلوٹی بیٹی اس کے بیٹے سے پیار کر وہ اپنی محبت، وقاداری اور خلوص کا ثبوت ہی تو دینا چاہتے ہیں، ورنہ کون باپ ہوگا جو اپنی اگلوٹی بیٹی کی شادی، بھیبائی کے غریب خاندان میں کرنا چاہے گا۔

میں نے شور مچا چا کر آسمان سر پر اٹھالیا۔ میں جواب تک شوہر صاحب کے سامنے اوچی آواز میں بات تک نہ کر سکتی تھی اس دن، ان کو بے تحاشہ سنائی چلی گئی۔ ان کو دھوکا باز، مکار اور بے وفا، ہر قسم کے القاب سے نوازا اور وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے

بیٹھے رہنے دو اسے اکیلے جے سنورے ڈرائنگ روم میں۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد، ڈرائنگ روم میں معنی پر بلائے گئے مہمان کو بچنے لگیں گے تو خود ہی شرمندہ ہو کر اٹھ جائے گا۔ دنیا سے بے نیاز جو ہوا۔

ایک خیال ذہن سے گزرا اور میں بے چین ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی دیر سے میرا انتظار کر کے بھی ڈرائنگ روم میں چپکا بیٹھا ہے۔ ایسا بھی پہلے تو نہیں ہوا جبکہ وہ آج کی ہونے والی تقریب سے بھی باخبر ہی واقف تھا۔ آخر کیا بات ہے جو وہ اس طرح اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہو رہا نہیں اس میں بھی شوہر صاحب کی کوئی چال تو نہیں؟ میں سوچتے سوچتے کمرے کے باہر دھکی دروازے کے عین سامنے کھٹنے والی کھڑکی کی طرف چلی گئی۔

مجھے ابھی ابھی خیال آیا تھا کہ امیرین تو میری ہی طرح بے انتہا خمدی ہے، پہلی پھٹکی ڈانٹ پر دوپہر سے بیوی پارلر آج کی تقریب کے لیے تیار ہونے لگی ہے اور اب شاید اس کی آمد کا ہی وقت ہو چلا تھا مگر زیادہ پریشان کن بات یہ بھی جو مجھے ابھی ہی یاد آئی تھی۔

امیرین کے ہونے والے معیتر جواد نے جو کہ میری دیرینہ دوست کا اکھوتا بیٹا تھا مجھ سے اجازت لے کر امیرین کو بیوی پارلر سے گھر تک لانے کا کہا تھا۔ وہ امیرین سے معنی کرنے سے پہلے اکیلے میں کچھ بات کرنا چاہتا تھا اور مجھے اس خواہش میں سادگی و مصومیت ہی محسوس ہوئی تھی۔ لہذا اب یقیناً وہ دونوں ساتھ ہی آنے والے تھے اور اگر جواد امیرین کو چھوڑنے گھر کے اندر تک آگیا تو ظاہر ہے ڈرائنگ روم میں، بیٹوں کی آپس میں مڈ بھیڑ ہو سکتی تھی۔

مجھے ابھی طرح اعزازہ تھا کہ شک کس قدر جان لیوا ہوتا ہے بس یہ اپنے ہم سفر کی کے ساتھ بھی دیکھ کر معمولی سے قدم اٹھاتے ہوئے، اچانک کھٹنے، سانس

نوجوانوں سے بہت متاثر ہوتے تھے جو دنیا کو جوتے کی ٹوک پر رکھتے تھے، مگر آج کل کے دور میں اس طرح دنیا سے بے نیاز نوجوانوں کی زندگی ویسے ہی بہت مشکل ہوتی ہے۔

آج کل بے نیاز انسانوں کو بزدل، ناکارہ اور ناکام تصور کیا جاتا ہے، پھر انسان کے اندر بقاوت کا جذبہ بھی ضرور ہونا چاہیے تاکہ وہ اپنی پسند، اپنی چاہ کو حاصل کرنے کے لیے تھوڑی بہت توجہ و جہد دکھائے تھوڑا تو لڑ سکے؟

یہ کیا کہ محبت کر لی بس۔۔۔۔۔ باقی جو لوگوں کی مرضی۔۔۔۔۔ نہیں بھی محبت کی ہے تو محبت بھی پیدا کرو۔۔۔۔۔ اظہار کی بہت اور پھر زمانے کے انکار کے آگے ڈٹ جانے کا عزم بھی بر ملا کرو۔۔۔۔۔ تب ہی تو لوگوں کو تمہارے بچے دل ہوئے گا معلوم چلے گا ورنہ زندگی بھر جلتے کڑھتے گزر جاتی ہے، مہر کرنا بھی تو آسان نہیں۔۔۔۔۔ تف ہے شوہر صاحب پر۔۔۔۔۔ ارے بھابی کے گھر والے نہیں مانے تھے تو اور کوشش کرتے یہاں تک کہ ان کو ماننا ہی پڑتا۔۔۔۔۔ ایک ہی انکار پر گھر بیٹھ گئے؟ واہ بھی ابھی محبت کی تھی ان دونوں نے۔

توبہ۔۔۔۔۔ جانے میں یہ سوچنے پر مجبور ہو رہی تھی کہ یہ میرا بڑا احتیاج، بھابھی کی تربیت نہ لیتا تو اچھا تھا۔ تھوڑی بدتمیزی کر لیتا میرے سامنے تھوڑا لڑکھ کر بہت مان اور دھڑلے سے کہہ دیتا کہ اسے امیرین سے محبت ہے اور میں امیرین کو کسی اور کا نہیں کر سکتی۔

پھر میں دکھاوے کا خصلہ کرتی اسے برا بھلا کہتی مگر دل میں مجھے کس قدر فخر ہوتا۔ اپنی بیٹی کی قسمت پر رشک کرنے لگتی کہ میری بیٹی کو حاصل کرنے کے لیے کوئی زمانہ بھر سے گمرانے کے لیے تیار ہے، بزدلی سے منہ چپائے نہیں بلکہ میرے سامنے سینہ سپر ہو کر اس نے مجھ سے امیرین کا ہاتھ مانگا ہے۔

مگر افسوس یہ بھابھی کا بیٹا لاکھ اچھا ہوا مگر جگر والا نہ ہوا۔ اب بے کار میں آیا بیٹھا ہے میرے ہاں کس طرح اس مصیبت سے جان چھڑاؤں؟ بس

کرنے اور دوسری طرف سے امیرین بھی اپنا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔

تینوں نے ایک گھبراہٹا ہوا اور بہت ہی گھمبیر انداز میں، ایک دوسرے سے بات کرنے لگے ان سب کے چہروں پر تجید کی دور سے ہی نظر آ رہی تھی چند ہی منٹوں بعد جواد گاڑی میں بیٹھنے کے لیے واپس مڑا مگر مڑتے ہوئے اس نے ایک اداس، گہری مسکراہٹ کے ساتھ امیرین کو کچھ کہا اور پھر تیزی سے گاڑی نکال لے گیا۔ جواد کے جاتے ہی شوہر صاحب نے بہت پیار سے امیرین کو سینے سے لگا لیا۔

نہ چاہتے ہوئے بھی میرے چہرے پر مسکراہٹ چھل گئی۔ ایک الگ طرح کی بے چینی ایک طرح کی دوڑ بھاگ نوکروں میں شروع ہو چکی تھی۔ انتظامات کے ردوبدل کے لیے شوہر صاحب بہت زور و شور سے ہدایت دیتے سنائی دے رہے تھے اور ساتھ ساتھ مجھے بھی بلاوے پر بلاوے بھیجے جا رہے تھے۔ جیسے وہ میرے سامنے کوئی اعلان کرنے کے لیے مجھے کچھ بتانے کے لیے بے چین تھے مگر میں، بہت اطمینان و سکون سے کمرے میں دیکھی بیٹھی تھی۔ جانتی تھی کہ وہ مجھے کیا بتانا چاہ رہے ہیں۔

ابھی بس یہی چند لمحے تو ہیں جب مجھے اپنی خوشی منانے کا موقع مل گیا تھا۔ اصل میں تو میں بھی دل سے امیرین کے لیے ایسا ہی کچھ چاہتی تھی مگر جب میں شوہر صاحب کے سامنے جاؤں گی تو ہمیشہ کی طرح مجھے ان کے فیصلے پر بے حد غصہ، بے حد نفرت کا اظہار کرنا تھا۔ گو میرا یہی رشتہ تھا پورا ہو گیا تھا۔ میرا صدیوں کا انتظار آخر ختم ہو چکا تھا۔

☆☆

روک لینے یا پھر نظروں کے چمانے سے ہی دوسرے سامنے کے دل میں جڑ پکڑ لیتا ہے اور ساری عمر جلتے کڑھتے راتوں کو جاتے گزر جاتی ہے۔

امیرین خدا جانے اپنے مفکر کے سامنے اسے دیکھ کر خود کو کیسے سنبھال پائے گی۔ مجھے اپنی بیٹی پر جہاں اعتماد تھا اس سے زیادہ بھائی کی تربیت پر بھروسہ تھا۔ پھر بھی جوان خون ہے بنا چاہتے ہوئے بھی ہلکا سا اشارہ یا بے ضرر جملہ، جواد کو چونکا سکتا ہے۔ بہت بڑی غلطی ہوئی اسے اتنی دیر ڈرانگ روم میں اپنے انتظار میں بٹھائے رکھنے کے بجائے فوراً ہی روانہ کر دینا چاہیے تھا۔

میں غیر ارادی طور پر کھڑکی کا پردہ ہلکا سا سر کا کر باہر دیکھنے لگی۔ دو چار مزدور، شوہر صاحب کی ہدایت پر کام کاج میں جے ہوئے تھے۔ باغ میں ٹیوں درختوں کو فیموں سے سجایا جا رہا تھا، کرسیاں ترتیب سے رکھی گول میزوں کے گرد بچائی جا رہی تھیں۔ خوب صورت رنگے برنگے صاف سحرے میز پوشوں نے ہری گھاس پر بہت ہی پروقا مگر خوش تقریب کا سا ساں باندھ رکھا تھا، جود کو خوشی سے لبریز کرنے کو کافی تھا مگر میرے دل میں تو ایک خیال آ رہا تھا ایک جا رہا تھا۔ ابھی محاطات کو سنبھالنے کا سوچ ہی رہی تھی کہ داخلی دروازے سے ایک انجینی گاڑی اندر آئی دکھائی دی۔

”اوہ امیرین آخر کا پہنچ ہی گئی اب کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ میرے بچے اپنے اس امتحان میں کامیاب رہیں۔ ان کو زندگی بھر کی برداشت، کمر توڑ محنت حد سے بچالے میرے مالک۔“

میں بے اختیار کھڑکی سے لگ کر دعا میں لگ کر رہ گئی۔ اور یہ جانے بغیر کہ میں انجانے میں کیا مانگ رہی ہوں بس مانگے ہی چلی گئی۔

گاڑی کے رکنے پر شوہر صاحب تیزی سے باغ سے گزر کر، پھولوں کی کیاریوں کو پھلاتے آگے بڑھے اور دوسری طرف سے جواد بھی تیزی سے باہر نکلا۔ شوہر صاحب کو دیکھ کر وہ آگے بڑھ کر سلام دعا